کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی DELHI

دلی کا مغل تاجدار

جدید تاریخی تحقیق کی روشنی میں

از جناب ہدایت حسنی صاحب ایم اے

(۲)

بہادر شاہ نے ۱۸۴۳ء میں مسٹر جارج تھامسن کو اپنے سفیر کی حیثیت سے انگلستان روانہ کیا۔ تاکہ وہ ان تمام شاہی حقوق اور مطالبات کو ادارۂ عالیہ انگلستان کے ذریعہ سے ملکہ معظمہ کے سامنے پیش کرے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسرانِ اعلیٰ نے ناقابل التفات سمجھ کر ہر ایک موقعہ پر ٹھکرا دیے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس اقدام سے بہادر شاہ کی بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ جہاں تک مسٹر تھامسن کے انتخاب کا تعلق ہے اس کی پرخلوص شخصیت ہر طرح اعتماد کی مستحق تھی۔ گر برطانوی قضا و قدر کے رحم و کرم پر تکیہ کرنا بادشاہ اور شاہی دربار کی سادہ لوحی کا ایک نہایت المناک منظر پیش کرتا ہے۔ اس سلسلہ کی تمام جدّ و جہد کا لبِ لباب مسٹر تھامسن کی مساعی جلیلہ، بادشاہ کی موثر اپیل اور مجلس ڈائرکٹران سے تفصیلی مراسلے سے بخوبی ذہن نشین ہوسکتا ہے۔

۶۔ واٹرلو پلیس

پال مال ۔ ۱۹ مارچ ۱۸۴۳ء

بخدمت جناب رائٹ آنریبل ارل آف رپن

عالیجاہا! میں جناب کی خدمت میں ہمرشتۂ ہذا شاہی نامہ کا ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا

ہوں جو مجھے ملک معظم شاہ دہلی نے ملکہ معظمہ بالقابہ کی جناب میں پیش کرنے کے لیے تفویض کیا ہے۔ اس مسودہ سے یہ بات روشن ہو جائیگی کہ مجھے شاہِ دہلی کے وکیل ہونے کا اعزاز بخشا گیا ہے۔ چنانچہ میں اپنا فرض محسوس کرتا ہوں کہ جناب والا کو اُن واقعات سے روشناس کراؤں جن کے ماتحت میرا تقرر عمل میں آیا ہے اور اس کو میں نے بدل قبول کیا ہے۔

۱۶- مارچ ۱۸۴۳ء کو جب میں کلکتہ میں تھا حکیم سید حمید حسین خاں مجھ سے ملنے کے لیے آئے اور مجھے تبلایا کہ وہ ملک معظم بادشاہِ دہلی کی طرف سے تشریف لائے ہیں۔ بادشاہ اپنی جملہ شکایات اور مطالبات حکومتِ برطانیہ کے علم میں لانے کے خواہشمند ہیں اور اس خدمت کے لیے بحیثیت سفیر اور معتمد میرا نام ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ سید حمید حسین کو یہ ہدایات تھیں کہ اس سلسلہ میں وہ میرا عندیہ معلوم کریں کہ امورِ شاہی کو ملکۂ انگلستان کی جناب میں پیش کرنے کی خدمت اپنے ذمہ لینے میں مجھے کوئی پس وپیش تو نہیں ہے۔ معاملات فہمی کے بعد میں نے تحریری طور پر گذارش کیا کہ میں ملک معظم کی ہر وہ خدمت انجام دینے کے لیے کمربستہ ہوں جو برطانیہ عظمیٰ کا وفادار شہری ہونے کی حیثیت سے مجھ پر عائد کی جاسکتی ہیں۔ میری یہ عرضداشت ملاحظہ فرمانے کے بعد ملک معظم نے شاہی خاندان کے ایک معتبر افسر حکیم احسان اللہ خاں بہادر کو اس مہم پر دہلی سے کلکتہ روانہ کیا تاکہ وہ امور متعلقہ کے بارہ میں مجھ سے مشاورت کریں اور بعہدۂ سفارت میری تقرری کی سند عطا فرمائیں۔ موصوف کو یہ بھی ہدایات تھیں کہ ملک معظم کی حضور میں باریاب کرانے کے لیے اپنے ہمراہ مجھے دہلی لے چلیں۔ ۲۱ جون کو بعزم دہلی میں الہ آباد پہنچا اور اُسی روز گورنر جنرل کے سکرٹری کے نام جو اُس وقت وہاں موجود تھے ایک عریضہ ارسال کیا۔ اس میں میں نے گورنر جنرل بہادر کو اپنے تقرر اور ملک معظم کی حضور میں عزم باریابی سے مطلع کیا تھا جواب دیا گیا کہ گورنر جنرل شاہی امور کے متعلق جملہ مراسلات صرف متعینہ سرکاری وسائل سے وصول فرماسکتے ہیں۔ اور یہ کہ ملک معظم کو خود گورنر جنرل کے وکیل مقیم دہلی مسٹر ٹی۔ ٹی۔

میکاف سے اس سلسلہ میں خط و کتابت کرنی چاہیے۔

۲۲ جون کے دوسرے عریضہ میں میں نے گورنر جنرل سے اجازت چاہی کہ مجھے ملک معظم کے معتمد مشاورت ہونے کی حیثیت سے باریابی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ ونیز یہ بھی عرض کیا کہ مجھے حضور گورنر جنرل کی خدمت میں شاہی امور اور اپنے مقصدِ باریابی کے بارہ میں مطلوبہ معلومات بہم پہنچانے میں ذرا بھی پس وپیش نہیں ہے۔

۲۳ جون کے تیسرے عریضہ میں میں نے یہ استدعا کرنے کی جرأت کی کہ وکیل گورنر جنرل مقیم دہلی کو ایسی ہدایات روانہ کردی جائیں جن کی رو سے گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں غیر اہم مراسلت روانہ کرنے کی ضرورت نہ رہے اور فروعی تفصیلات بغیر طوالت طے ہو جائیں۔

میرے دربار شاہی میں باریاب ہونے کے بعد ۱۹ جولائی تک ملک معظم اور آنریبل مسٹر جارج کلارک لفٹنٹ گورنر شمالی مغربی صوبجات کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی۔ صاحب موصوف کی خدمت میں میں نے بھی ایک عریضہ ارسال کیا جس میں اپنے تقرر کی ماہیت کا اظہار کرتے ہوئے یہ استدعا کی کہ مجھے اپنی اہم خدمات کے بارہ میں ملک معظم سے بلا واسطہ خط و کتابت کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس خط و کتابت کے دوران میں لفٹنٹ گورنر نے ملک معظم کو اطلاع دی کہ اُن کو بحیثیت وکیل شاہی میرے تقرر اور سفارت انگلستان کے سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں ہے، ملک معظم یہ راہِ عمل ضروری سمجھتے ہیں تو اختیار کریں۔

ملک معظم کی یہ خواہش بھی منظور کرلی گئی کہ وہ مجھے شاہی وکیل کی حیثیت سے اعزازی خطابات سے سرفراز فرما سکتے ہیں۔ اس نوعیت سے یہ مسائل طے ہونے کے بعد مجھے ۱۲۔ اگست کو رسمی طور پر دربار میں باریابی کا موقع دیا گیا۔ اس موقع پر مجھے خلعت اور خطابات سے معزز فرمایا گیا۔

۷۔ نومبر تک میں ملک معظم کی خدمت میں دہلی مقیم رہا اور اپنے عہدے سے متعلقہ خدمات انجام

دیتا رہا۔ شاہی رسوم کے مطابق رخصت ملنے پر میں بعزم انگلستان کلکتہ روانہ ہوا۔

ملکہ معظمہ کے جملہ معاملات اور میرے تقرر کے کاغذات حکومتِ ہند کی وساطت سے خدمت عالی میں روانہ کیے جا چکے ہیں۔ اب مستدعی ہوں کہ آنجناب براہ نوازش مجھے آگہی بخشیں کہ شاہی نامہ کو حضور پرنور ملکہ معظمہ کی خدمت میں کس صورت سے پیش کیا جائے۔

اگر آنجناب خادم کو اعزازِ باریابی کے لائق تصور فرمائینگے تو حسب ارشاد حاضر خدمت ہونے میں انتہائی افتخار اور مسرت حاصل کرونگا۔ فقط

(دستخط) جارج تھامسن ایجنٹ شاہ دہلی۔

مندرجہ بالا درخواست گذراننے پر او لا مسٹر تھامسن کو مایوس ہونا پڑا کیونکہ ارکین ادارہ عالیہ انگلستان نے بادشاہ دہلی کی طرف سے براہِ راست مراسلت کو غیر آئینی قرار دے کر مسترد کر دیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ جملہ عرائض و گذارشات کے لیے حکومتِ ہند کا سرکاری توسل ضروری ہے مگر مسٹر تھامسن کی جان توڑ کوششوں اور اکثر باثر حلقوں کی معاونت سے خصوصی مراعات اور شاہی اکرام و الطاف کو کام میں لاکر درخواست پر غور کرنا منظور کر لیا گیا۔ چنانچہ بہادر شاہ کا مندرجہ ذیل اپیل ادارہ عالیہ کا شرف ملاحظہ حاصل ہونے پر مجلس ڈائرکٹران کے سپرد کر دیا گیا۔

شقہ شاہی منجانب ملک معظم ابو ظفر محمد بہادر شاہ بخدمت فیض درجت ملکہ معظمہ وکٹوریہ فرمانروائے برطانیۂ عظمیٰ، آئرلینڈ و ممالکِ محروسہ

علیا حضرت کی آگاہی کے لیے نگارش ہے کہ عالی مرتبت امیر تیمور نے روز اول ہی سے جب کہ وہ اعانتِ خداوندی سے مملکتِ ہندوستان پر کامراں و حکمراں ہوئے اپنا یہ نصب العین بنالیا تھا کہ مستحقین کے حقوق دلانے اور امورِ مملکت میں رحم و کرم سے کام لینے کو اپنا اولین فرض تصور کرینگے۔

بنابریں ہندوستان کی وسیع وبسیط حکومت پر قابض ہوتے ہی شاہِ تیمور نے تمام مفتوحہ علاقے اُن کے جائز وارثوں کے سپرد کر دیے۔ اور اپنی مشہور خلائق بلند حوصلگی اور آزادروی کا سکہ ہر دل میں قائم کردیا۔ ان کے عام عدل وانصاف کے رویہ نے یہ بات پوری طرح ثابت کردی کہ باہمی اختلافات اور کمزوریوں کے باوجود تمام رؤسائے ملک اُن کے لیے یکساں ہمدردی اور دلچسپی کا مرکز ہیں۔ شاہِ تیمور کے اس جذبۂ انصاف وکرم کو ان کے تمام ورثا اور جانشینوں نے بھی اپنے لیے شمع ہدایت بنائے رکھا کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہی لائحۂ عمل فرمانروائی کی کٹھن منازل میں خدا کی مقبولیت اور انسانی بہبود کا حامل ہے۔ رعایا کے مفاد اور شاہی تعلقات کی توسیع کے خیال سے شاہانِ دہلی نے وقتاً فوقتاً بیرونی مملکتوں سے بھی تعلقات قائم کیے۔ چنانچہ مشہور عالم ملکۂ الیزبتھ فرمانروائے انگلستان اور نامور شہنشاہ اکبر اعظم شہنشاہِ ہندوستان کے درمیان جو دوستانہ تعلقات تاریخِ عالم کی رونق بنے وہ اسی شاہی مصلحت کا تقاضا تھے۔ الحمدللہ شاہانہ تعلقات کا وہ شجرِ بارآور جو ۱۶۰۰ء میں نصب کیا گیا تھا ۱۸۵۷ء تک خوب پھولا پھلا۔ خاندانِ تیموریہ کے ہر ایک جانشین نے اپنے وسیع شاہی اختیارات اور بلند پایہ اقتدار کو استعمال کرتے ہوئے ہمیشہ یہ احتیاط مدنظر رکھی کہ ہر دو ممالک کے مابین خوش معاملگی برقرار رہے۔ چنانچہ مملکتِ انگلستان سے عہد بعہد جو سفیر آتے رہے اُن سے مغل دربار میں پوری مراعات برتی گئیں اور شاہی تعلقات کی خوشگواری کے تحفظ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔

شاہی تعلقات کی تفصیل پیش کرنا ایک تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ سلطنت مغلیہ کے دورِ آخر میں مسلسل نامساعد واقعات پیش آتے رہے اور بدکیش ملازمینِ سلطنت نے پسِ پردہ غداری کو اپنا پیشہ بنالیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی طاقت اور اقتدار کو کافی صدمہ پہنچا۔ چنانچہ اینجانب کے جدِ امجد شہنشاہ شاہِ عالم کے عہد میں بہت کچھ وسائلِ دولت زائل ہوگئے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی بہادر

کے سرکاری ملازمین نے ۱۸۰۳ء میں قدیم تعلقات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان پُر آلام ایام میں دستِ اعانت پھیلایا اور ملک معظم کو ان بدبخت اثرات سے نجات دلانے کے لیے جو شاہی اقتدار کے زوال کے درپے تھے ہر ممکن امداد کا پُرخلوص وعدہ کیا اور ملک معظم شاہِ عالم نے برطانوی حکومت کے خلوص پر اعتماد کرتے ہوئے اقدامِ اعانت کو سندِ قبول بخشی۔ لارڈ ویلزلی اور لارڈ لیک کے مشوروں اور مساعی جمیلہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ ممدوح نے دشمنوں کے نرغے سے نجات حاصل کی، اور از سرِ نو شاہی اقتدار کا استحکام عمل میں آیا۔ گویا اس طریقہ سے ہمارے قدیم تعلقات کی تجدید عمل میں آئی۔ ما بدولت برطانیہ کے ان اقدامات کو ہمیشہ نظرِ استحسان سے دیکھتے رہے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ تا حال ہر برطانوی مدبرِ سیاست اور گورنر جو برطانوی مقبوضات پر حکومت کرنے کے لیے ہندوستان بھیجا گیا مغل خاندان کے ساتھ پورے اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آتا رہا ہے اور ہماری آسائش اور رضامندی کا خواہاں رہا ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دور کے افسرانِ بالا نے اپنا رویہ بدل دیا ہے۔ اب انہوں نے کچھ ایسا طرزِ عمل اختیار کیا ہے جس کی بنا پر ہماری حکومت کا اقتدار اور نیک نامی خطرہ میں ہے۔ شاہی احترام اور درباری آداب کے جو آئین اب تک رائج تھے اور جن پر قدیم گورنر وغیرہ ہمیشہ عمل پیرا رہے ہیں اب دفعتہً نظرانداز کئے جا رہے ہیں۔ اس ناروا برتاؤ سے ایجانب کو پیرسالگی میں قلبی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ اور ایجانب بادلِ ناخواستہ ان واقعات کی بنا پر علیا حضرت کی تکلیف کا باعث بھی بن رہے ہیں۔ تاہم ہمیں توقع ہے کہ آں بدولت قدیم مراسم اور دوستانہ تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری شکایتوں کے رفع کرنے سے دریغ روا نہ رکھینگی۔

شاہی عرضداشت علیا حضرت کے سامنے پیش کرنے کے لیے ہمنے مسٹر جارج تھامسن کو مقرر کیا ہے۔ اور ان کو سفیرالدولہ، مشیرالملک بہادر، مصلح جنگ کے خطابات سے سرفراز فرمایا ہے

موصوف برطانوی رعایا ہونے کی حیثیت سے برطانوی تخت وتاج کے سچے وفادار اور بہی خواہ ہیں اور ساتھ ساتھ ہمارے خاندان کے بھی ہمدرد ہیں۔ اینجانب کو ان کی ذات پر کلی اعتماد ہے۔ ہم نے ان کو ایک شاہی سند بھی عطا فرمائی ہے تاکہ وہ سلطنتِ تیموریہ سے متعلقہ امور علیا حضرت کی حکومت کے ادارۂ عالیہ کے سامنے پیش کرنے کے مجاز ہوں۔

مسٹر جارج تھامسن کو شاہی مراسم کی ادائگی کے بعد، نومبر ۱۸۴۳ء کو دربار سے رخصت کیا گیا۔ علیا حضرت کی انصاف پسندی، شہرۂ آفاق غیر جانب داری، اور مستحقین کی حق گذاری کے اوصاف روزِ روشن کی طرح معروف ہیں اور تمام دنیا اُن کی معترف ہے۔ اس لیے ہمیں کامل یقین ہے کہ اُن خوشگوار تعلقات اور ارفع جذبات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جو ہمارے اجداد کی خصوصیت رہے ہیں ہمارے دوستانہ حقوق کو فروگذاشت نہ فرمائینگی۔ تاریخ شاہد ہے کہ برطانیہ کے وکلار اور سفراء جب بھی مغل دربار میں باریاب ہوئے ہیں اُن کا استقبال پورے اعزاز واحترام سے کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم بھی متوقع ہیں کہ اسی طرح ہمارے سفیر سے بھی عزت واحترام کا معاملہ کیا جائیگا۔

ناماعد واقعات کی بنا پر مغل سلطنت کا پھول مرجھا چکا ہے اور اس خاندان کی مملکت اب آپ کے زیرنگین ہے۔ علیا حضرت کی فرمانروائی دیارِ ہندوستان میں مستحکم ہوچکی ہے۔ اور گرچہ بحالتِ موجودہ برطانوی طاقت ہمارے اقتدار اور حقوق کو پامال کرنے یا بحال کرنے پر قادر ہے۔ تاہم ہمیں قوی اُمید ہے کہ اُس انصاف اور محبت کے جذبے کے ماتحت جو قادرِ مطلق نے علیا حضرت کو ودیعت فرمایا ہے۔ ہندستان کے شاہی خاندان کی قدیم روایات کو باقی رکھنے میں دریغ نہ فرمائینگی۔ کمزوروں اور درماندوں کی پشت پناہی آپ کی مسلمہ خصوصیت ہے اور حاجتمندوں کی طرف دستِ کرم بڑھانا ایک مشہور حقیقت ہے۔

عمر رسیدگی کے باعث اینجانب کو جاہ وثروت کی خواہش نہیں ہے۔ ہماری تمنا صرف

اسی قدر ہے کہ باقی ماندہ زندگی مشاغلِ دینی میں صرف کر دیں۔ لیکن ساتھ ساتھ اس آرزو سے روگردانی بھی ممکن نہیں کہ ہمارے اجداد کا اقتدار اور اس شاہی خاندان کی خوشنامی برقرار رہے۔ اور ہماری اولاد بھی اس آبائی اعزاز کا ترکہ حاصل کرے۔ ہماری ان خواہشات کی تکمیل از روئے معاہدات حکومتِ برطانیہ پر واجب ہے۔ چنانچہ علیا حضرت کے ارفع خصائل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہماری استدعا ہے کہ قدیمی تعلقات کے اقتضا پر غور فرمائیں اور برطانوی افسران ہندوستان کو ہدایت صادر فرما دیں کہ وہ ہمارے ان تمام شاہی حقوق کی حفاظت کریں جو اجمالاً علیا حضرت کی خدمت میں ذکر کیے گئے ہیں۔ برطانوی افسرانِ بالا کی ذمہ داریاں بہت وسیع ہیں کیونکہ تمام رؤسائے ہندوستان ان کے دامنِ عافیت میں پناہ گزیں ہو چکے ہیں۔

آخر میں ہم یہ استدعا کرنے کا فخر حاصل کرتے ہیں کہ ازراہِ نوازش ہماری گذارشات کے اظہار اور علیا حضرت کے جواب باصواب کے بعد ہمارے مذکورہ صدر سفیر مسٹر جارج تھامسن کو واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔

ملکہ معظمہ کے دورِ حکومت پر امن و امان اور ترقی و کامرانی کی رحمتیں دائم و قائم رہیں۔ فقط"

بہادر شاہ ظفر کے مندرجہ بالا شقہ کے بعد جس میں انتہائی عجز و انکسار سے طلبِ رحم کی درخواست کی گئی ہے اس سلسلۂ مکاتیب میں کوئی ایسا مشمولہ دستیاب نہیں ہوتا جو بادشاہ کی شکایات اور طلب حقوق کی تفصیل پر صحیح روشنی ڈالتا ہو۔ تاہم یہ خیال کرنا بھی قرینِ قیاس نہیں کہ جس مہم کو سر کرنے کے لیے مسٹر تھامسن کو انگلستان بھیجا گیا تھا وہ درد اور دکھ کے صرف اجمالی بیان تک ہی محدود رکھی گئی ہو۔

درخواست طویل ہو یا مختصر برطانوی آئینِ سیاست کے تمام مراحل طے ہونے کے بعد جواب وہی دیا گیا جو اگر ان تکلفات کے بغیر بھی دے دیا جاتا تو شاید کچھ مختلف نہ ہوتا یعنی حکومتِ

کے فیصلے سے روگردانی کی گنجائش نہیں۔ حکومت ہند کا فیصلہ کیا تھا اور اُس نے بادشاہ کے معاملہ سے کیا رواداری برتی تھی یہ بات مجلس ڈائرکٹران کے مندرجہ ذیل مراسلہ سے بڑی حد تک واضح ہو جاتی ہے۔

اس مراسلہ میں ان متعدد عرضداشتوں کے حوالہ سے جواب تحریر کیا گیا ہے جو بدنصیب بادشاہ اپنی پُرخلوص توقعات کے سہارے وقتاً فوقتاً تحریر کرتا رہا تھا۔ چنانچہ اس مراسلہ سے ہم اُن عرضداشتوں کے مفہوم کا بھی صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔

مراسلہ مجلس ڈائرکٹران بنام حکومت ہند بر بنائے امور شاہی

۱۔ سیاسی سرگذشت آگرہ بابت ماہ اپریل، مئی اور جون کے پیرے نمبر ۱۵ اور ۲۵ کے ہمراہ شاہ دہلی کی جانب سے ایک عرضداشت جو ۱۲ دفعات پر مشتمل تھی اور گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں ارسال کی گئی تھی موصول ہوئی۔ اس کے بعد وہ تمام خط و کتابت بھی وصول ہو گئی جو پولیٹیکل ایجنٹ اور محافظین قلعہ کے افسر اعلیٰ کی طرف سے بہادر شاہ کی حضور میں نذر پیش نہ کرنے کے سلسلہ میں شہزادہ اور گورنر جنرل کے مابین عمل میں آئی تھی۔

۲۔ اسی دوران میں محکمہ خارجی کا ۲۵ جون کا وہ خط بھی ملا جس کے ساتھ شاہ دہلی کی طرف سے مجلس ڈائرکٹران کے نام ایک خط منسلک تھا۔

۳۔ بادشاہ کی جانب سے جو گذارشات پیش کی گئی ہیں اور جن حقوق کا اعادہ کیا گیا ہے اُن میں سے کچھ تو شاہی اقتدار کے برقراری کے بارہ میں ہیں اور کچھ شاہی وظیفہ سے متعلق ہیں۔

۴۔ اوّل الذکر گذارشات اُن بے بنیاد دعووں کی حامل ہیں جو یہ خاندان اپنے حق حکمرانی اور اقتدار شاہی کے سلسلہ میں ہمیشہ پیش کرتا رہا ہے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

خاندان شاہی کے دیرینہ خیر خواہ، والیانِ ریاست اور عمائدین سلطنت یا اُن کے وکلاء

کے لیے دربارِ شاہی میں حاضر ہوکر نذر گزرانا ضروری قرار دیا جائے۔ اور دیرینہ رسوم کے مطابق بادشاہ کا یہ حق تسلیم کیا جائے کہ وہ بار یاب امرا اور عمائدین کی استدعا پر اُن کو خلعت اور خطابات سے سرفراز کر سکے۔

شاہی پیمانوں اور سکوں کو سرکاری طور پر تسلیم کیا جائے۔ اور قلعہ میں ایک ٹکسال کا قیام بھی منظور کیا جائے، کیونکہ یہ بادشاہ کا امتیازی حق ہے اور حکومت برطانیہ کے ماتحت بحالت موجودہ یہ حقوق ایک ایسے شخص[۱] کو حاصل بھی ہیں جو شاہ دہلی سے بہمہ وجوہ کم درجہ ہے۔

نیا قانون جس کی رو سے برطانوی عہدہ داروں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ بادشاہ کے اعزا سے مساویانہ طور پر خط و کتابت کر سکتے ہیں منسوخ کر دیا جائے اور آئندہ یہ احکام جاری کر دیے جائیں کہ سابق دستور کے مطابق برطانوی افسر شاہی خاندان کے افراد کو عرضداشت کی صورت میں مخاطب کریں۔ مساوات کا یہ نیا طریقۂ کار ایک طرف شاہی خاندان کے لیے باعث توہین ہے اور دوسری طرف برطانوی افسران کیلئے اس میں کوئی خاص مفاد مضمر نہیں ہے۔

۵۔ ظاہر ہے کہ اس نوعیت کی گذارشات کسی صورت سے بھی قابل پذیرائی نہیں ٹھہرائی جا سکتی ہیں۔

۶۔ ایک اور مطالبہ یہ ہے کہ بادشاہ کو شاہی جاگیر اور شاہی عمارتوں پر کلی اختیار دے دیا جائے۔ بلکہ جاگیر اور عمارتوں کے متعلقہ امور میں بادشاہ کی امداد کا ذمہ بھی لیا جائے۔ و نیز حمید خاں، دو بے سنگھ وغیرہ کو جو شاہی جاگیر پر قبضہ کیے ہوئے ہیں اور شاہی ملازمین کی مخالفت پر کمربستہ ہیں بے دخل کر دیا جائے اور اُن پر یہ واضح کر دیا جائے کہ اگر بادشاہ کے خلاف اُن کے کچھ مطالبات نکلتے ہیں تو اُن کے لیے چارہ کار صرف یہی ہے کہ وہ خود بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور حساب

---

[۱] روہیلہ سردار۔

پیش کرکے لین دین طے کریں۔

۷۔ شاہی آراضی کے بارہ میں جو دشواریاں بادشاہ کو پیش آرہی ہیں اُن کی خاص وجہ یہ ہے کہ کوٹھی قاسم کے علاوہ بادشاہ کے املاک برطانوی حکومت کے حدود میں واقع ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان پر ملک معظم کو خودمختارانہ حقوق حاصل نہیں۔ ان اراضی کے سلسلہ میں بادشاہ کی حیثیت دوسرے جاگیرداروں سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اور مزید استحقاق پیش کرنے کا کوئی حق بھی نہیں ہے۔ ان دشواریوں کو حل کرنے کے لیے گورنر جنرل بہادر پہلے ہی اپنی رائے کا اظہار فرما چکے ہیں کہ اگر ملک معظم کو شاہی جاگیر کے انتظام میں مشکلات درپیش ہیں تو وہ معقول معاوضہ لے کر اس کے انتظام سے بری الذمہ ہو سکتے ہیں۔ مگر تجربہ کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ بادشاہ کو یہ سہولت پسند نہ ہوگی۔

۸۔ ملک معظم کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ جملہ شاہی عمارات اور دیگر جاگیریں جو ان سے وقتاً فوقتاً لے لی گئیں ہیں واپس کردی جائیں لیکن یہ ظاہر نہیں ہو سکا کہ اس مطالبہ سے اُن کا اشارہ کن خاص املاک کی طرف ہے۔

۹۔ بادشاہ کی ایک استدعا یہ بھی ہے کہ اُن کے خلاف دعاوی کی برطانوی عدالتوں میں سماعت نہ کی جائے۔ بلکہ اس قسم کی تمام شکایات خود اُن کے دربار میں پیش کردی جائیں۔ اس مسئلہ پر حکومتِ ہند مبسوط قوانین مرتب کرچکی ہے جو ہمارے سیاسی مراسلات مورخہ ۲۰ ستمبر دسمبر ۱۸۴۴ء کے پیراگراف نمبر ۷ امیں مذکور ہیں۔ یہ آئین بادشاہ کے پاس کوئی وجہ شکایت باقی نہیں چھوڑتے ہیں۔

۱۰۔ ملک معظم نے یہ مطالبہ بھی پیش کیا ہے کہ شاہی خاندان کے افراد کی طرف سے جو درخواستیں وظیفہ کے بارہ میں شاہی سند کے بغیر براہِ راست خزانہ میں بھیجی جائیں وہ منظور نہ کی جائیں ہماری بھی دلی خواہش یہی ہے کہ ہماری جانب سے کوئی ایسا اقدام نہ ہو جو ملک معظم کے اُن جائز اختیارات میں جن کا خاندان کا ولی ہونے کی حیثیت سے اُن کو استحقاق ہے کسی طرح بھی حائل ہو لیکن ظاہر ہے

کہ جب ہمارے جاری کئے ہوئے وظیفے بادشاہ مستحقین کو نہ دینگے تو ہمارے لیے بجز اس کے اور کیا چارہ کار ہے کہ ہم خود وہ وظائف حقداروں تک پہنچائیں ۔ تاہم یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ طرز عمل صرف خاص صورتوں ہی میں استعمال کیا جائے ۔ اور مخصوص حالات میں بھی ملک معظم کے جذبات کا خیال رکھا جائے ۔

۱۱ ۔ ایک اور شکایت جس پر بادشاہ نے زیادہ زور دیا ہے یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے نذر گذراننے کی رسم بند کر دینے سے شاہی اقتدار کو سخت صدمہ پہنچا ہے ۔

۱۲ ۔ پرانے کاغذات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے سات مخصوص تہواروں کے مواقع پر کمپنی بہادر کی جانب سے ہر دفعہ دس ہزار کی رقم پیش کی جاتی تھی ۔ یہ رقم نومبر ۱۸۰۵ء میں شاہی وظیفہ میں چھ ہزار روپیہ ماہانہ کا اضافہ کر کے ختم کر دی گئی ۔

۱۳ ۔ ۱۸۱۳ء میں ارل آف موائرا نے اس نذر کو بھی جو کمانڈر انچیف کی طرف سے سال میں تین بار پیش کی جاتی تھی ختم کر دیا ۔ سر ایڈورڈ پیجٹ جب کمانڈر انچیف ہو کر وارد ہندوستان ہوئے تو بادشاہ نے نذر کی پیش کش کے بارہ میں استفسار کیا لیکن گورنر جنرل اور ان کی مجلس مشاورت نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ رسم کمپنی بہادر کے ہندوستانی مقبوضات پر بادشاہ کے اقتدار کو برقرار رکھتی ہے اس کی از سر نو تجدید سے انکار کر دیا ۔ جب یہ فیصلہ ہمارے علم میں لایا گیا تو ۱۲ دسمبر ۱۸۲۳ء کو ہم نے جواب دیا کہ اس رسم کے ختم کر دینے میں ہمیں بالکل تامل نہیں ہے ۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۸۱۳ء سے برابر اس کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے ۔

(باقی)